

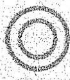


سب سے بڑا عقلمند
اور
سب سے بڑا احمق

صدیق اکبرؓ ہی نے یہ دُور رس بات فرمائی :-
"اسلام میں سب سے بڑا عقلمند اور ذی ہوش وہ شخص ہے جس کے پاس تقویٰ اور طہارت کا سرمایہ ہو ———— اور سب سے بڑھ کر احمق وہ ہے۔ جو فسق و فجور کے دلدل میں پھنسا ہو میرے نزدیک سچائی امانت ہے۔ اور جھوٹ خیانت ہے"

کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام کا یہ اصول حرف بحرف صحیح نہیں۔ مگر آہ! آج کا مسلمان بھی عام دنیا والوں کی روش پر گامزن ہے۔ اور اس اصول سے کوسوں دُور ہوتا جا رہا ہے۔ لسے اس کا دھیان نہیں رہا ہے کہ ہم آخری رسولؐ کی اُمت میں ہیں۔ اور اس رُوئے زمین پر حق و صداقت کے مینار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

———— (اسلامی حکومت کے نقش و نگار)



شمعِ قرآنی

حافظ محمد ظہور الحق ظہور

خدائے مہرباں کا آخری پیغام ہے قرآں
غلامانِ محمد کیلئے انعام ہے قرآں

یہ وہ نعمت ہے قاسم جس کے محبوبِ خدا آئے
یہ وہ کوثر ہے ساقی جس کے ختم الانبیاء آئے

یہ وہ نسخہ ہے جس سے مردہ قومیں زندگی پائیں
دلوں میں جس سے نور آئے نگاہیں روشنی پائیں

ھُدًی لِلنّاس "قرآنِ مبیں" نورِ خدا کہیے
اسے تنزیل ربّ العالمین، جامِ صفا کہیے

بدل دیتا ہے یہ بغض و عداوت کو محبت سے
ضعیفی بزدلی کو، استقامت سے، شجاعت سے

یہی منہاجِ سنت، جادہ حق، راہِ جنت ہے
یہی عینِ ہدایت ہے، یہی گنجِ سعادت ہے

غذائے روحِ مومن، داروئے دردِ مسلماں ہے
یہی دنیا کی دولت ہے، یہی عقبیٰ کا ساماں ہے

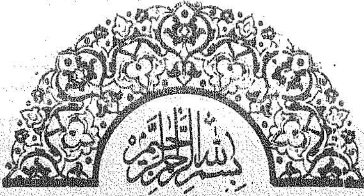
یہی وہ ذکر ہے جس کی حفاظت حق نے فرمائی
یہی وہ نور ہے جس سے جہاں میں روشنی آئی

اسی بارانِ رحمت سے گلستاں میں بہار آئی
یہی قرآن بن کر نصرتِ پروردگار آئی

یہ منشورِ محمدؐ ہے یہ ہے دستورِ ربّانی
اسی پر دو جہاں میں ہے فلاحِ نوعِ انسانی

جو بزمِ زندگی میں شمعِ قرآنی جلائے گا
وہی دنیا و عقبیٰ میں ظہور آرام پائے گا

قائد اسلامی انقلاب حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ

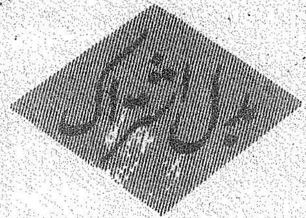




۵ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ
۱۸ اپریل ۱۹۷۵ء

جلد ۲۰

شمارہ ۴۷



سالانہ	۲۶/۰ روپے
ششماہی	۱۴/- روپے
سہ ماہی	۷/- روپے
فی شمارہ	۵۰ پیسے

چیف ایڈیٹر
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

مرزائیوں کی ریشہ دوانیاں

اور

حکومت کی مجرمانہ غفلت

انگریز نے برصغیر پر غاصبانہ قبضہ کے بعد اپنے اقتدار کو مستحکم بنانے کے لیے کئی محاذوں پر جو کام کیا اس کی ایک اہم کڑی قادیانی نبوت کا کھڑاگ تھا۔ جوں ہی مرزا غلام احمد نے غیر ملکی آقاؤں کی شہ پر عمل میدان میں قدم رکھا اسی وقت سے علماء اور عام مسلمانوں نے اس کا مقابلہ شروع کر دیا۔

جہاں تک جوابی سرگرمیوں کا تعلق ہے وہ ہماری تاریخ حق و صداقت اور دعوت و عزیمت کا ایک سنہری باب ہے لیکن چونکہ مرزا صاحب کی پشت پر انگریز کا پورا جاہ و جلال تھا اس لیے مرزائی نبوت کی جھوٹی گاڑی چلتی رہی حتیٰ کہ ملک کو آزادی نصیب ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی ایک ٹکڑا پاکستان کے نام سے علیحدہ معرضِ وجود میں آیا۔ جس کی بنیاد دین اسلام کو قرار دیا گیا۔

لیکن پاکستان کی ۲۸ سالہ تاریخ میں جو کچھ اسلام کے ساتھ ہوا وہ انتہائی المناک و شرمناک ہے۔

دوسری چیزوں سے قطع نظر مرزائیت کے مسئلہ کا ہی اگر جائزہ لیا جائے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے یہاں کے مقتدر لوگوں نے اس طائفہ مرتدہ کی پشت پناہی تو کی لیکن اپنی ملّی اور شرعی ذمہ داریوں کو نہ محسوس کیا اور نہ پورا کیا۔

مرزائیت کے فتنہ کے قلع قمع کرنے کے لیے ملک میں دو مرتبہ

عظیم الشان اجتماعی تحریکیں بھی اٹھیں۔ جن میں سے پہلی تحریک ۵۳ء کی تحریک کے نام سے مشہور ہے لیکن اس تحریک میں عدلیہ اور انتظامیہ دونوں نے ہی جو کردار ادا کیا وہ کسی بھی اعتبار سے مستحسن نہیں۔ انتظامیہ نے جبر و تشدّد کا رویہ اختیار کر کے ہزاروں نوجوانوں کو موت کی نیند سلا دیا۔ جبکہ عدلیہ کے ایک ذمہ دار فرد نے ایک رپورٹ کے ذریعہ اہل اسلام کو ہی مجرم قرار دیا۔

اس کے بعد مرزائیوں کا ملک میں اور زیادہ ٹاپنا لابدی تھا۔ چنانچہ انہوں نے خوب پر پرزے نکالے حتّٰی کہ ملک کے سیاہ و سفید پر قابض ہونے کا پروگرام بنانے لگے۔ اس پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ٹسٹ کیس کے طور پر انہوں نے سال گزشتہ ۲۹ مئی کو ربوہ کے سٹیشن پر اودھم مچایا جس کا شدید ردِّ عمل ہوا۔ قوم متحد ہو گئی۔ حکومت کو مجبوراً عوامی نمائندوں سے بات کرنا پڑی اور مجلس عمل کی پُرامن اور منظم جد و جہد کے نتیجہ میں مرزائیت کا مسئلہ قانونی طور پر حل ہو گیا۔

اس دورِ جد و جہد میں مسلمان ظلم و ستم کا نشانہ بنے، شہید بھی ہوئے، جیل، ڈنڈا، بیڑی سب کچھ سے واسطہ پڑا۔ ایک طے شدہ مسئلہ پر طویل گفتگو کے مراحل سے گزرنا پڑا اور محض اتمامِ حجت کے لیے مرزائیوں کی ہر دو جماعتوں کے سربراہوں کو پورا پورا موقعہ دیا گیا۔

اتنی سر دردی کے بعد ۷ ستمبر کو آئینی طور پر کسی بھی مدعیٔ نبوت اور اس کو کسی بھی حیثیت میں دینی پیشوا ماننے والوں کے کفر کا اعلان کر دیا گیا۔ اس فیصلہ کی روشنی میں جو ضروری اور فوری کام کرنے چاہئیں تھے ان میں مرزائیوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹانا، ربوہ کو کھلا شہر قرار دینا، رجسٹریشن ایکٹ میں ترمیم کر کے ان کو غیر مسلم لکھنا، انتخابی فہرستوں میں ان کے کافرانہ تشخص کی وضاحت اور مقدس اسلامی اصطلاحات سے ان کو روکنا ضروری تھا لیکن آج ۷ ماہ گزرنے کے باوجود ابھی تک متذکرہ بالا نکات میں سے ایک نکتہ بھی حل نہیں ہوا۔

اس دور میں جو کچھ ہوا وہ یہ ہے کہ مسٹر بھٹو اور اس کے نگے بندھوں نے تقریر و تحریر کے ذریعہ اس مسئلہ کے حل کا کریڈٹ خود حاصل کرنے کی ناکام کوشش کی اور پنجاب کی نام نہاد رابطہ عوام مہم کے دوران بالخصوص پوری شدت سے اس قسم کا پروپیگنڈا کیا گیا۔ حالانکہ کریڈٹ مجلس عمل اور عام مسلمانوں کو جاتا ہے جنہوں نے ہر نوع کی صعوبتیں برداشت کر کے بھی قدم آگے ہی بڑھایا۔ پی۔پی۔پی جو اس جد و جہد سے قطعاً الگ تھلگ رہی بلکہ اس کی گورنمنٹ نے عوام پر مظالم توڑے اس کو کریڈٹ کی بات کرتے ہوئے شرم محسوس کرنی چاہیے۔

یہ تو تھا گورنمنٹ کا معاملہ جہاں تک مرزائیوں کا معاملہ ہے وہ پہلے سے کہیں زیادہ اچھل کود رہے ہیں۔ آج تک ایک مرزائی افسر اپنے عقیدہ کی وجہ سے علیحدہ نہیں کیا گیا بلکہ اس قسم کی افسوسناک خبریں موجود ہیں کہ بعض مرزائی افسروں کو ترقی دی گئی۔ ربوہ اسی طرح مرزائی سٹیٹ ہے۔ انتخابی فہرستوں کی کتابت کا کام شروع ہو چکا ہے حالانکہ کافروں کو کافر لکھ کر یہ کام کرنا چاہیے تھا۔ رجسٹریشن ایکٹ میں کوئی ترمیم اب تک سامنے نہیں آئی اور اسلامی اصطلاحات مثلاً امیر المومنین، مسیح موعود، ام المومنین، خلیفہ، صحابی، مسجد، اذان، نماز وغیرہ اسی طرح وہ استعمال کر رہے ہیں۔ اور مرزائی اخبارات و رسائل انتہائی اشتعال انگیز حرکات کر رہے ہیں۔

حتّٰی کہ ۱۷ مارچ کے "الفضل" میں ببانگ دہل انہوں نے اپنے آپ کو "احمدی مسلمان" کہلانے اور لکھنے لکھانے کا اعلان کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے ملک کے سب سے زیادہ با اختیار و باوقار ادارہ کی توہین کی، آئین سے غداری کی اور ملکی قوانین کا مذاق اڑایا۔ اور ابھی حال ہی میں ۱۴ اپریل کو لاہور میں نیم سرکاری اخبار "پاکستان ٹائمز" کے اندر لپیٹ کر "الفضل" کی کاپیاں تقسیم کی گئیں۔ جس پر حضرت

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

خطبہ جمعہ

ہم نے اپنی غلط روش سے دینی اعمال کو بوجھ بنالیا ہے!

ترتیب: محمد سعید الرحمن علوی | جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدہم | بتاریخ ۴ اپریل ۷۵ء

حضرت مولانا زید مجدہم نے ہفتہ رفتہ میں دین پور شریف کا سفر کیا۔ اس سفر کا اصل مقصد حضرت سراج السالکین مولانا عبدالہادی دین پوری زید مجدہم کے نواسہ کی تقریب نکاح میں شرکت تھی۔

چونکہ لاہور کی قادری خانقاہ کا اصل منبع دین پور شریف ہی ہے۔ اس لیے امتثال حکم کے لیے سفر ضروری تھا۔ آپ نے وہاں اتباع سنت اور سادگی کے جو مناظر دیکھے انہی کا خطبہ میں اظہار فرمایا۔ ۱۲ مرتب

حضرات گرامی! اللہ تعالے نے نسل انسانی کو ایک مرد حضرت آدم علیہ السلام اور ایک عورت حضرت حوا علیہا السلام سے پیدا کیا جیسا کہ سورۂ نساء کی ابتدائی آیت میں تذکرہ ہے۔ اسی جوڑے سے نسل انسانی پھیلی۔

قدرت نے پہلے ہی انسان کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔ تاکہ بنیادی اینٹ کجی اور ٹیڑھے پن سے محفوظ رہے۔ بعض حضرات جو آدم علیہ السلام کی نبوت کے معاملہ میں متذبذب ہیں، غلطی کا شکار ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ اس وقت جماعت ہی نہ تھی نبوت کی کیا ضرورت؟ تو ان کو سمجھنا چاہیے کہ آپ کا وجود باجود ہی جماعت کی بنیاد تھا اور بنیاد کی درستگی از بس ضروری تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بھی بنایا۔

اس کے بعد ضرورت کے پیش نظر انبیاء علیہم السلام دنیا میں آتے رہے اور ان کو حسب ضرورت احکامات الٰہی سے بھی نوازا گیا تاکہ خلق خدا کی رہنمائی کر سکیں۔ حتیٰ کہ سلسلہ نبوت کی آخری کڑی کے طور پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ آپ کی نبوت جامع اور ہمہ گیر تھی۔ شرق و غرب اور شمال و جنوب کے ہر رنگ و نسل کے افراد و انسان کے لیے آپ کا پیغام مشترک تھا۔ یہ پیغام اپنی دلآویزی، سادگی اور عین فطرت ہونے کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھا اور ہے۔

اس پیغام میں حضرت حق نے انسان کی انفرادی اور اجتماعی ضرورتوں کو پوری طرح ملحوظ خاطر رکھا اور عقائد و اعمال، معاشرت و معیشت اور کردار و اخلاق کا کوئی گوشہ نہ چھوڑا جس پر سیر حاصل گفتگو نہ کی ہو۔

انسانی ضرورتوں میں سے ایک ضرورت نکاح بھی ہے جو نسل انسانی کے ارتقاء کے لیے ابتداء سے ہی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ آخر کے دورِ مسعود میں دوسرے شعبہ ہائے حیات کی طرح اس کے اصول بھی منقح کر دیے گئے جن میں سادگی اور فطری تقاضوں کا پورا خیال رکھا گیا۔

اس تعلیم کو دنیا میں پھیلانے والے معلم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے سب کچھ کر کے بھی دکھا دیا۔ آپ نے اپنی بیٹیوں کی شادیاں کیں، خود نکاح کیے اپنے ساتھیوں کی بیٹیوں اور بیٹوں کے نکاح پڑھائے، ان کی شادیوں میں شرکت کی۔ ولیمہ کیا بھی اور ولیمہ میں شرکت بھی کی لیکن جو طور طریق آج ہم نے اپنا رکھا ہے ان کا دور دور پتہ نہیں چلتا۔ اسلام نے لڑکے لڑکی کی رضامندی، دو گواہوں کی موجودگی کو لازمی قرار دیا۔ تبرکاً خطبہ کو مسنون قرار دیا، حق مہر لازم قرار دیا۔ لیکن اس میں فریقین کی حالت کو ملحوظ رکھا۔ ہمت ہے تو ڈھیر دے دو نہیں تو اپنی حیثیت کا خیال رکھو۔ ولیمہ میں بھی نمود و نمائش کے بجائے حالات کا اعتبار از بس ضروری ہے۔ حتیٰ کہ پیغمبر عربی علیہ السلام نے اپنے ایک نکاح کے موقعہ پر رفقاء کے کھانے منگا کر ایک دسترخوان پر مل بیٹھ کر کھا لیا اور اسے ہی ولیمہ قرار دیا۔

لیکن آج حق مہر کا معاملہ ہے تو ہزاروں سے متجاوز۔

ولیمہ ہے تو عذاب جان اور دوسری لایعنی رسوم اتنی ہیں کہ الاماں۔ سہرا، تیل، مہندی وغیرہ کی ابتدائی رسوم میں ہزاروں روپیہ برباد کر دیا جاتا ہے۔ وقت کا ضیاع الگ اور خدا کی گرفت سب پر مستزاد۔

مہر میں جو بھا ہی ہوتی ہے وہ محض شور ہوتا ہے اور ہاتھی کے دانت دکھانے والی بات ہوتی ہے جیساکہ حضرت رحمہ اللہ کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے کہ ایک خاندان جو لاہور میں نظر بند تھا انہوں نے نکاح کے موقعہ پہ آپ کو بلایا۔ یہ آپ کا لاہور میں کسی تقریب شادی میں شرکت کا پہلا موقعہ تھا۔ حق مہر ایک لاکھ لکھوایا تو آپ نے ٹوکا کہ اپنی حیثیت پہچانو، لڑکا دے بھی سکتا ہے یا نہیں؟ کہا ہم شاہی خاندان کے لوگ ہیں دینے لینے کا مسئلہ نہیں لکھوانا اتنا ہی ہے۔ آپ نے ہر چند سمجھایا کہ میاں یہ لازم ہے اس کی عدم ادائیگی سخت گناہ ہے بیوی معاف کر دے الگ بات ہے۔ لیکن جہالت و نادانی سے نہ مانے۔ آپ نے علیحدگی اختیار فرما لی۔

اسی طرح کی جاہلانہ رسومات کا ہمارے یہاں چرچا ہے وہ دین جس کو اللہ نے آسان بنایا تھا اس کو ہم نے وبال جان بنا لیا۔ ابھی حضرت دین پوری کی خدمت میں حاضری ہوئی اصل غرض نکاح مسنونہ کی مجلس میں شرکت تھی۔ ایک ہندو تھا وہ اسلامی تعلیمات اور آپ کے اخلاق سے اتنا متاثر ہوا کہ اسلام قبول کر لیا۔ اس کو آپ نے لوجہ اللہ اپنی صاحبزادی بیاہ کر دے دی۔ نکاح حضرت لاہوریؒ نے پڑھا، اسی کے جوان لڑکے کا عقد تھا۔ خانقاہ کے درویش اور طلبہ مہمان تھے۔ مسجد میں نکاح ہوا۔ شریعت کے مطابق ولیمہ ہوا اور قصہ ختم۔ حقیقت یہ ہے کہ سکون و اطمینان کی ایک کیفیت تھی جس کا اظہار مشکل ہے۔

دراصل اللہ والے خوب سمجھتے ہیں اور پہچانتے ہیں ان کا تعلق مع اللہ، ان کی روحانی پرواز ہر حال میں ان کے کام آتی ہے۔ قدرت ان کی معاون و مددگار ہوتی ہے اور وہ اس حدیث قدسی کا مظہر بن جاتے ہیں کہ اہل اللہ کی آنکھیں، ہاتھ پاؤں سب بئیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا پکڑتا اور چلتا ہے۔

اسی مضمون کو حضرت الشیخ مولانا رومؒ نے

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

کے عنوان سے تعبیر کیا۔

کیونکہ ان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا محض منشاء الٰہی ہوتا ہے اور ہم معاملات زندگی میں یہ سوچتے ہیں کہ دنیا کیا کہے گی، برادری کیا اثر لے گی ناک نہ کٹ جائے۔ وغیرہ ذالک۔

جہاں تک کسی کے کہنے نہ کہنے کا تعلق ہے۔ یہ سب لایعنی خیال ہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ خدا کیا کہے گا؟ دنیا والے ایک دو دن کہہ سن کر چپ ہو جائیں گے لیکن خدا کے حضور نامہ ہائے اعمال سے چھٹکارا نہیں ہو سکے گا۔

رہ گیا برادری میں ناک کٹ جانے کا سوال، تو آج تک برادری کی فضول اور بے ہودہ حرکات کی مخالفت کرنے والے کسی کی بھی ہم نے ناک کٹی نہیں دیکھی، البتہ یہ خطرہ ہے کہ معصیت اللہ میں مبتلا لیکن برادری کی خوشنودی کا خواہش مند قیامت میں اپنی ناک نہ کٹوا بیٹھے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں صاحب اسوہ حسنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متعین کردہ راہِ مستقیم پر چلائے اور تمام معاملاتِ زندگی میں آپ کے کردار کا پابند بنائے۔ آمین ثم آمین!

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مجلسِ ذکر

تفکرات اور پریشانیوں کا واحد علاج یادِ الٰہی ہے!

۲۳ر اپریل ۷۵ء | جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدہم | ترتیب: محمد سعید الرحمٰن علوی

بعد از خطبہ مسنونہ:-

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؕ

سورۂ رعد کی یہ آیت کریمہ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ اس بابرکت محفل میں اکثر تلاوت فرماتے۔ اور خداداد علم اور توفیق الٰہی سے نئے نئے رموز و نکات بیان فرماتے۔

اس آیت میں حضرت حق فرماتے ہیں کہ:-

"وہ لوگ جو ایمان لائے اور چین پاتے ہیں ان کے دل اللہ کی یاد سے۔ سنتا ہے۔ اللہ ہی کی یاد سے چین پاتے ہیں دل"

گویا آیت کریمہ کے پہلے ٹکڑے میں تو اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا تذکرہ فرماتے ہیں کہ ان کے دل کے چین و سکون کا سب سے بڑا ذریعہ یاد الٰہی ہے۔ جس کی سب سے بڑی صورت خود قرآن عزیز ہے۔ بقول مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ:-

"کہ یہ خدا کی طرف رجوع ہونے والوں کا بیان ہوا یعنی ان کو دولت ایمان نصیب ہوتی ہے اور ذکر اللہ سے چین و اطمینان حاصل کرتے ہیں کیونکہ سب سے بڑا ذکر تو قرآن ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ جسے پڑھ کر ان کے دلوں میں یقین کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ شبہات و وساوس شیطانیہ دور ہو کر سکون و اطمینان میسر آتا ہے۔ ایک طرف اگر حق تعالیٰ کی عظمت و مہابت دلوں میں خوف و خشیت پیدا کرتی ہے تو دوسری طرف لامحدود رحمت و مغفرت کا ذکر قلبی سکون و راحت کا سامان بہم پہنچاتا ہے۔ غرض ان کا دل ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کی طرف جم جاتا ہے اور ذکر اللہ کا نور ان کے قلوب سے ہر طرح کی دنیوی وحشت و گھبراہٹ کو دور کر دیتا ہے"

اور دوسرے ٹکڑے میں واضح فرمایا کہ اطمینان قلبی کے لیے نسخہ اکسیر ذکر الٰہی ہے۔ حضرت مفکر اسلام مولانا عثمانیؒ اپنے فاضلانہ حواشی میں اس ٹکڑے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"یعنی دولت، حکومت، منصب جاگیر یا فرمائشی نشانات کا دیکھ لینا کوئی چیز انسان کو حقیقی سکون و اطمینان سے ہم آغوش نہیں کر سکتی صرف یاد الٰہی سے جو تعلق مع اللہ ہوتا ہے وہی ہے جو دلوں کے اضطراب و وحشت کو دور کر سکتا ہے"

ان فاضلانہ ارشادات کے بعد مزید کچھ کہنا سننا لاحاصل ہے اور واقعات کی دنیا میں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے قول صادق کی صداقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے اور بیساختہ منہ سے نکلتا ہے۔ صدق اللہ۔

آج کا دور بزعم خویش ترقی کا دور ہے۔ اس میں مضبوط ترین حکومتیں ہیں۔ وافر مقدار میں خطرناک اسلحہ ہے۔ سائنس بہادر نے انسان کے لیے چاند ستاروں تک میں ایک نئی کشش پیدا کر دی ہے۔ دولت کی فراوانی ہے اور وسائل معاش پہلے سے سینکڑوں گنا بڑھ گئے ہیں۔

(باقی ص ۱۶ پر)

ظہیر احمد بوسے والا

امامِ انقلاب

مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ ۱۹۳۹ء میں جب بیرون ممالک کا وسیع دورہ کرنے کے بعد وطن پہنچے تو اس وقت پورے ہندوستان میں آپؒ کے متعلق چھپنے والے مضامین و مقالات کی بھرمار تھی جن میں انتہائی مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ ایک مضمون نگار نے مولانا کا نسب نامہ جموں و کشمیر کی ریاست کے شاہی خاندان سے جا ملایا۔ اس کے علاوہ بھی مولانا سندھیؒ کے متعلق بہت کچھ شائع ہوا جس میں آپؒ کے مجاہدانہ کارناموں پر گہری روشنی ڈالی گئی تھی۔ ان اخبارات اور رسائل کا مطالعہ جب مولانا نے مکہ مکرمہ میں کیا تو انہیں ان کا نہایت صدمہ ہوا۔ چنانچہ آپؒ نے اپنی روانگی سے قبل ہی اپنے مختصر حالاتِ زندگی سپردِ قلم کرکے اخبارات کو اشاعت کے لئے بھیج دیئے جو انہی دنوں شائع ہو گئے۔

ولادت

مولانا عبیداللہ سندھیؒ شب جمعہ قبل صبح ۱۲ محرم الحرام ۱۲۸۹ھ بمطابق ۱۰ مارچ ۱۸۷۲ء کو چیانوالی (ضلع سیالکوٹ) میں ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد ان کی پیدائش سے ۴ ماہ قبل ہی انتقال کر گئے تھے۔ دو سال کی قلیل مدت کے بعد ان کے دادا کا انتقال ہو گیا۔

مطالعہ اسلام

طالب علمی کے زمانہ میں آپؒ کے ایک ہندو ساتھی نے آپ کو ایک کتاب تحفۃ الہند نامی دکھائی۔ کتاب کا مسلسل کئی روز تک مطالعہ کیا تو بتدریج اسلام کی حقیقی معنویت دل پہ نقش ہوتی چلی گئی۔ چند اور ہندو دوستوں کی وساطت سے آپ کو شہید بالاکوٹ مولانا شاہ اسمٰعیل شہید نور اللہ مرقدہٗ کی تصنیف کردہ کتاب "تقویۃ الایمان" ملی۔ اس کے مطالعہ سے آپؒ بالکل ہی اسلام کی عظمت کے گرویدہ ہو گئے۔

اظہارِ اسلام

کوٹلہ مغلاں کے ایک دوست عبدالقادر کے ساتھ آپؒ ۱۸۸۷ء میں کوٹلہ رحم شاہ (ضلع مظفر گڑھ) پہنچے

اس وقت آپؒ کی عمر پندرہ سال تھی سنتِ تطہیر کے بعد انہیں پتہ چلا کہ ان کے عزیز و اقارب ان کا پیچھا کر رہے ہیں تو آپؒ کوٹلہ سے سندھ تشریف لے آئے۔ سندھ میں سید العارفین مولانا حافظ محمد صدیقؒ سے اکتسابِ فیض کیا۔ ۴ ماہ ان کی خدمت میں رہنے کے بعد انہوں نے اپنے شاگرد رشید کو اس دعا سے رخصت کیا کہ "اے اللہ عبیداللہ کو کسی راسخ العقیدہ عالم کی صحبت نصیب فرما دے"۔ پھر یہ دعا اس طرح قبول ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و انعام سے آپؒ کو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے پاس بھیج دیا۔

حضرت شیخ الہند کی خدمت میں

۱۳۰۵ھ میں آپ واپس دارالعلوم دیوبند پہنچے۔ تین ماہ تک حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب سے پڑھتے رہے اس کے بعد حضرت شیخ الہند کے درس میں شامل ہو گئے۔ شرح عقائد، ہدایہ، مطوّل، مسلم الثبوت اور توضیح تلویح وغیرہ کا امتیازی نمبروں میں امتحان پاس کیا۔ مولانا سید احمد صاحب دہلوی جو کہ مدرس اول تھے اور جنہوں نے مولانا کا امتحان لیا تھا۔ آپؒ کے جوابات سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا اگر اس (مولانا عبیداللہ سندھی) کو کتابیں مل گئیں اور مطالعہ جاری رہا تو یہ شاہ عبدالعزیزؒ ثانی ہوگا۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امام ابو حنیفہؒ کی زیارت کی ایک رات حضرت امام کو بھی خواب میں دیکھا۔ جامع ترمذی حضرت شیخ الہند سے پڑھی۔ سنن ابی داؤد پڑھنے کے لئے آپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلے گئے۔ حدیث کی باقی کتابیں مولانا عبدالکریم پنجابی سے پڑھیں مولانا اپنی خود نوشت میں رقمطراز ہیں کہ میں نے سنن ابی ماجہ اور سنن نسائی چار روز میں ختم کی اور [illegible] کو [illegible] میں پڑھ لیا۔

شادی

سید العارفین حضرت مولانا حافظ محمد صدیق صاحب کے خلیفہ ثانی مولانا تاج محمود امروٹی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سندھی کا نکاح، اسلامیہ ہائی سکول (سکھر) کے ایک استاد مولوی محمد عظیم یوسف زئی کی صاحبزادی سے کرا دیا۔

مولانا عبید اللہ سندھی کی علمی صلاحیتوں کا مرکز

مولانا کی یہ بڑی سعادت اور خوش قسمتی تھی کہ انہیں علم القرآن اور علم الحدیث کی تفاسیر میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے لے کر امام ولی اللہ دہلوی تک تمام سلسلہ علماء ان کا رہبر و راہنما بنا۔ مولانا عبید اللہ سندھی کو اپنی اس خوش قسمتی پر ہمیشہ ناز رہا۔ جس کا آپ مختلف مجالس میں بارہا ذکر بھی کرتے رہتے تھے

سیاسی شغف

جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ مولانا عبید اللہ سندھی نے طالب علمی کے زمانہ سے ہی حضرت شاہ اسمٰعیل شہید تصنیف کردہ کتابیں اور ان کی مجاہدانہ زندگی سے متعلق کتب کا مطالعہ کر لیا تھا۔ حضرت شاہ صاحب کی سوانح عمری کے مطالعہ سے آپ کا مولانا مرحوم سے غائبانہ تعارف ہو گیا اس تعلق کو آپ نے اپنی زندگی کا مشن بنا لیا نیز مولانا عبد الکریم نے سقوط دہلی کی آنکھوں دیکھی کہانی آپ کو بتائی تھی پھر مابعد زمانہ کے حادثات و واقعات نے آپ کے دل و دماغ میں انقلاب برپا کر دیا۔ بقول مولانا سندھی کے میں نے حضرت شاہ صاحب کے مکاتیب و مضامین سے ایک مرکزی نکتہ کو لے کر اپنا مختصر مگر جامع سیاسی پروگرام بنایا جو اسلامی بھی تھا اور ساتھ ساتھ انقلابی بھی پھر میں نے ان وضع کردہ اصولوں سے اپنے خیالات کے مطابق آہستہ آہستہ کام شروع کر دیا۔

جمعیۃ الانصار دیوبند

حضرت شیخ الہند نے آپ کو ۱۳۲۷ھ میں دیوبند واپس بلایا اور آپ سے فرمایا کہ تم دیوبند میں رہ کر کام کرو اس طرح تمہارا تعلق سندھ سے بھی قائم رہے گا۔ چنانچہ مولانا آپ چار سال تک جمعیۃ الانصار میں کام کرتے رہے۔

نظارۃ المعارف دہلی

کچھ عرصہ بعد حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ آپ بحکم حضرت شیخ الہند دہلی چلے آئے ۱۳۳۱ھ میں نظارۃ المعارف کا قیام عمل میں آیا جس کے سرپرست شیخ الہند تھے۔ یہاں حضرت شیخ الہند نے آپ کا تعارف نواب وقار الملک، حکیم اجمل خان اور ڈاکٹر انصاری سے کرایا۔ پھر ڈاکٹر انصاری نے محمد علی مرحوم اور مولانا ابو الکلام آزاد سے آپ کا تعارف کرایا۔

کابل کا سفر

جنگ عظیم اول ۱۹۱۴ء مولانا عبید اللہ سندھی، حضرت شیخ الہند کے ارشاد پر کابل چلے گئے پروگرام کا کچھ علم نہ تھا مگر حضرت الہند کے فرمانے پر آپ کابل پہنچ گئے۔ وہاں پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہتر طور پر کام کرنے کا موقع بہم پہنچا دیا۔ یہاں آپ سن ۱۳۴۰ھ تک حکومت کابل کی شرکت میں اپنا ہندوستانی مشن پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں لگے رہے

سیاحت روس

آپ کا ۱۹۲۲ء میں سات مہینے تک ماسکو (روس) میں قیام رہا ۱۹۲۳ء میں ترکی چلے گئے روس میں آپ نے اپنے دوستوں کی وساطت سے سوشلزم کا وسیع مطالعہ کیا۔ وہاں آپ معزز مہمان کی حیثیت سے مقیم تھے۔ مولانا نے اس بات کی تردید کی کہ انہوں نے لینن سے ملاقات کی تھی فرماتے ہیں کامریڈ لینن اس وقت اتنا بیمار تھا کہ اپنے قریبی دوستوں کو بھی پہچان نہ سکتا تھا۔

انقلابی جدوجہد

ماسکو سے روانہ ہوتے ہوئے آپ سفیر ترکی کی سفارش سے انقرہ گئے وہاں تین سال تک قیام رہا۔ ترکی میں تحریک اتحاد الاسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد اس پروگرام کو ترکی پریس سے شائع کرنے کے لئے ترکی حکومت سے اجازت لی۔ وزارت خارجہ نے مختلف مترجموں سے ترجمہ کرا کر اس بات کا پوری طرح اطمینان کیا کہ کہیں اس پروگرام میں کوئی قابل اعتراض بات تو نہیں جب یہ اطمینان ہو گیا تو آپ کو اس پروگرام کی اشاعت کی اجازت ملی۔ انگریزی طبقہ کی سہولت کے لئے آپ نے اس انقلابی پروگرام کا انگریزی ترجمہ بھی کیا۔

حجاز کا سفر

۱۳۴۴ھ میں مکۃ المعظمہ میں مؤتمر خلافت کانفرنس منعقد ہوئی۔ آپ نے اس میں شامل ہونے کی بہت کوشش کی مگر اٹلی کا راستہ اختیار کرنے پر کافی وقت ضائع ہو گیا جب آپ وہاں پہنچے تو کانفرنس ختم ہو چکی تھی۔

وطن واپسی

یہ ۱۹۳۹ء کا سال اور مارچ کا مہینہ تھا، جب مولانا عبید اللہ سندھی وطن واپس تشریف لائے۔

سفر آخرت

جون ۱۹۴۴ء کے اوائل کا زمانہ تھا جب مولانا سندھ کا دورہ کر رہے تھے۔ صحت بالکل جواب دے چکی تھی، کچھ عرصہ تک ساتھیوں کے اصرار پر کراچی میں علاج معالجہ کراتے رہے مگر اپنے شیخ کے پیغام کو گھر گھر پہنچانے کی تڑپ کسی کل بھی چین نہ لینے دیتی تھی۔ آپ ہمیشہ حضرت شاہ ولی اللہ کے نظریات و افکار کو عام کرنے میں مگن رہے۔ اسی سال اگست کے مہینہ میں آپ سخت علیل ہو گئے کافی علاج ہوا مگر جانبر نہ

ہو سکے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مولانا عبید اللہ سندھیؒ اس انقلاب کے داعی بن کر اٹھے تھے جس کے نفاذ سے ایک عالم لادینیت کے بہتے ہوئے سیلاب کی زد میں آنے سے بچ سکتا تھا۔ آپ کو حضرت شاہ ولی اللہؒ کے علوم و حکمت پر کاملاً عبور حاصل تھا۔ یہ بات درست ہے کہ جس قوم کے چند افراد کے ہاتھوں میں اس کا مستقبل ہو اور قوم کے گاڑھے پسینے کی کمائی ملک معدودے چند افراد کے قبضہ میں ہو اور وہ افراد کی لَایَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ مِنْکُمْ کی مکمل تصویر ہوں تو ایسے ملک میں تو خصوصیت سے آپؒ کے افکار اور انقلابی پروگرام کو نافذ کرنا وقت کا ایک ضروری اور اہم مطالبہ ہے۔

ع مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

جانشینِ شیخ التفسیر کا پروگرام

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم امیر انجمن خدام الدین انشاء اللہ تعالیٰ ۲۵ر اپریل ۷۵ء کو جامع مسجد چونگی ۲۲ راولپنڈی صدر میں نماز مغرب کے بعد مجلس ذکر کرائیں گے۔ اور پھر کیمبل پور تشریف لے جائیں گے۔

۲۶ر اپریل بعد از نماز فجر مدینہ مسجد کیمبلپور میں درسِ قرآن مجید دیں گے اور خدام کو تعلیم و ارشادِ سلوک سے نوازیں گے۔ اسی روز نماز مغرب چائینہ فیکٹری ٹیکسلا میں ادا فرما کر نماز عشاء کے بعد واہ کینٹ جامن سٹریٹ بنگلہ ۱۵ میں مجلس ذکر کرائیں گے۔ قیام بھی وہیں ہو گا۔

۲۷ر اپریل کی صبح کو دس بجے درسِ قرآن مجید کی سالگرہ میں شرکت فرما کر شام کو لاہور مراجعت فرمائیں گے۔

خدام کی اطلاع کے لیے پروگرام شائع کیا جا رہا ہے۔

(قاضی محمد زاہد الحسینی)

بقیہ: اداریہ

مولانا عبید اللہ انور امیر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب اور دوسرے اکابر شدید احتجاج کر چکے ہیں۔

ایسے میں ہمارا یہ کہنا بالکل حق ہے کہ مرزائیوں نے اس فیصلہ کو سبوتاژ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے اور کسی آئینی و اخلاقی ضابطہ کے پیش نظر وہ امن و شرافت کی راہ اختیار نہیں کریں گے۔

یہ سطور سپرد قلم کی جا رہی تھیں کہ ۷ر اپریل کے نوائے وقت لاہور کا ڈاک ایڈیشن سامنے آیا جس میں اقلیتی امور کے وزیر ملک جعفر کی بہاولپور کی پریس کانفرنس شائع ہوئی ہے جس میں انہوں نے واضح طور پر تسلیم کیا ہے کہ قادیانیوں نے ابھی تک اپنے عمل سے یہ ثبوت فراہم نہیں کیا کہ وہ اس فیصلہ کو دل سے تسلیم کرتے ہیں۔

جب حکومت کا ایک ذمہ دار فرد اس بات کا اعتراف کر رہا ہے تو سوال یہ ہے کہ فیصلہ کیونکر تسلیم کرایا جائے گا؟

ہماری رائے ہے کہ حکومت کو تحفظ آئین کی ذمہ داریاں پوری کرتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ فیصلہ پہ عملدرآمد کا اہتمام کرنا چاہیے ورنہ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ حکومت مرزائیوں کی پشت پناہی کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے اور مسلمانوں کی آنکھوں میں محض دسدول جھونک رہی ہے۔

اس کے ساتھ ہی ہم لاہور میں پاکستان ٹائمز کے اندر الفضل پیپٹ کو تقسیم کرنے کے سیکنڈل کی تحقیق کا بھی مطالبہ کرتے ہیں۔ اور مجلس عمل سے ہم یہ کہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ وہ فوراً میدان میں آئے اور حالات کو سنبھالے۔

آخر میں ایک بار پھر ارباب حکومت کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اگر انہوں نے یہی کچھ کرنا ہے جو اب تک کر رہے ہیں تو پھر خدائے قہار و جبار کا فرمان سن لیں۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

مسائل و فضائل درود شریف

مرتبہ : مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جالندھری

۵

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

درود شریف باوضو ہو کر دو زانو بیٹھ کر تنہائی میں قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے خوشبو لگا کر پاک صاف کپڑے پہن کر پڑھنا مستحب ہے۔

جب حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نام نامی و اسم گرامی (محمدؐ و احمدؐ) کسی سے سُنے یا خود پڑھے یا لکھے ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ اس کے بعد تکرار پر نہ پڑھے تو کوئی گناہ نہیں۔ ہاں اگر ہر بار پڑھتا رہے تو بہت ثواب اور مستحب ہے۔

آپؐ کے احسانات کو اور فضائل و کمالات کو آپؐ کی شفقت اور محبت کو جو کہ ہر اُمتی کے ساتھ ہے دھیان میں رکھ کر درود شریف پڑھنا کامل ایمان کی نشانی اور زیادتی قرب و محبت کا ذریعہ ہے۔ یہی اولیٰ اور افضل ہے۔

آپؐ کی ہر سنت فعل کے ادا کرنے کے وقت بھی درود شریف پڑھنا مستحب اور بہتر ہے مثلاً سرمہ لگانے اور کنگھی کرتے وقت۔

ہر قسم کی خوشبو لگاتے وقت اور خوشبودار پھول سونگھتے وقت اور خوشبو دینے کے وقت درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

بے وضو درود شریف پڑھنا جائز ہے جب کہ کوئی عذر شرعی موجود ہو اسی طرح حیض و نفاس والی عورت بھی درود شریف پڑھ سکتی ہے۔ اور چلتے پھرتے بھی درود شریف پڑھنا جائز ہے۔ اور بغیر ہاتھ لگائے قرآن مجید پڑھنا اور دیگر اذکار مسنونہ بھی بے وضو جائز ہیں البتہ حیض و نفاس والی عورت قرآن مجید نہیں پڑھ سکتی۔

فضائل درود شریف

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے دن سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ شخص ہوگا جس نے بکثرت درود شریف مجھ پر بھیجا ہوگا۔ (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔ جمعہ کے دن درود شریف میرے روبرو پیش کیا جاتا ہے (ابوداود)

حضرت ابوطلحہؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپؐ کے چہرۂ منوّر پر خوشی کے آثار دیکھ کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، آج اس قدر مسرّت کے آثار کیسے ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ ابوطلحہؓ! کیا یہ خوشی کی بات نہیں ہے کہ مجھ سے جبرئیل نے کہا ہے۔ جو شخص آپؐ کی اُمّت میں سے آپؐ پر ایک بار درود پڑھے گا تو اللہ تعالےٰ اس کے دس گناہ معاف فرما دے گا۔ اور اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس درجے بلند فرمائے گا۔ (نسائی - طبرانی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دے دوں۔ (ابوداؤد) مطلب یہ ہے کہ عالم شہود اور عالم استغراق سے میری توجہ سلام بھیجنے والے کی جانب مائل کر دیتے ہیں اور میں سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت اسی کام کے لیے مقرر کر رکھی ہے جو سیر کرتی رہتی ہے اور میری امت میں سے جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے اس سلام کو یہ فرشتے میرے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ (ابن حبان)

جو شخص جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن مجھ پر سو مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی اسی سال کی خطائیں معاف کر دیتا ہے۔ (درمن الفائق)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درود شریف پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ ستر رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور فرشتے اس کے لیے ستر بار دعا کرتے ہیں (طبرانی)

اور فرمایا قیامت کے دن عرش الٰہی کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا۔ اس دن اللہ تعالیٰ تین قسم کے لوگوں کو خاص طور پر اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائیں گے (۱) جس نے میرے امتی کی مصیبت کو حل کیا اور اس پر سے تنگی کو رفع کر دیا۔ (۲) جس نے میری سنت کو زندہ کیا (۳) جس نے مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھا۔ (دیلمی)

حضرت کعب بن احبارؓ سے روایت ہے کہ سیدنا موسیٰؑ پر وحی آئی۔ اے موسیٰؑ! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ قیامت کے دن تم کو پیاس کی تکلیف نہ ہو۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کی ہاں میری خواہش ہے کہ قیامت کے دن مجھ کو پیاس نہ لگے۔ حضرت حق تعالیٰ جلشانہٗ نے فرمایا کہ حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کثرت سے پڑھا کرو۔ (اصبہانی)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود شریف پڑھتا ہے تو میں اس درود شریف کو خود سنتا ہوں (یا سنوں گا) اور جو مجھ پر دور فاصلہ پر پڑھتا ہے وہ فرشتوں کے ذریعہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے (یا پہنچا دیا جائے گا)۔ (بیہقی)

اور فرمایا۔ قیامت کے دن خطرات سے محفوظ وہ شخص ہوگا جو مجھ پر بہت زیادہ درود شریف پڑھا کرتا ہے۔ (سعایہ)

اور فرمایا۔ مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھا کرو درود شریف کی کثرت تمہاری پاکیزگی اور طہارت کا موجب ہوگی۔ (ابو یعلی)

اور فرمایا۔ جو مسلمان مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے تو فرشتہ اس شخص کا نام لے کر میرے پاس پہنچتا ہے اور کہتا ہے۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا امتی آپ پر ان الفاظ میں درود بھیجتا ہے۔ (معارج)

اور فرمایا۔ جو شخص مجھ پر ہر روز سو مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری کرتا ہے تیس دنیا کی اور باقی آخرت کی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو سب سے زیادہ قوت سماعت بخشی ہے:

۱۔ جنت: جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے جنت طلب کرتا ہے تو جنت عرض کرتی ہے۔ الٰہی! تیرا فلاں بندہ مجھ کو تجھ سے طلب کر رہا ہے تو اس کے لیے میری نعمتیں وقف کر دے۔

۲۔ دوزخ۔ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے دوزخ سے پناہ مانگتا ہے تو دوزخ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتی ہے یا اللہ العالمین! تیرا فلاں بندہ مجھ سے پناہ مانگ رہا ہے اس کو تو پناہ دے دے اور میرے عذاب سے اس کو محفوظ رکھ۔

۳۔ فرشتہ: وہ فرشتہ جو درود شریف پر مؤکل ہے جب کوئی بندہ مجھ پر کہیں بھی درود شریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ سن لیتا ہے تو فوراً مجھ سے عرض کرتا ہے۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) فلاں شخص آپ پر درود بھیجتا ہے۔ جو شخص مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہزار بار رحمت نازل فرماتا ہے اور جو شخص ہزار بار درود

شریف پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔ (معارج النبوۃ)

حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ تمام دعائیں معلق (لٹکی) رہتی ہیں۔ جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے۔ (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ تشریف فرما تھے۔ میں نے نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور حضورؐ پر درود شریف بھیجا پھر دعا مانگنے لگا تو حضورؐ نے فرمایا سَلْ تُعْطٰی مانگ جو مانگے وہ ملے گا۔" (مشکوٰۃ)

صاحب دُرِ منثور حضرت مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگو! تم میرے سامنے مع ولدیت کے نام بنام پیش کیے جاتے ہو پس تم کو چاہیے کہ اپنے آپ کو درود شریف سے آراستہ کیا کرو۔

حضرت امام حسنؓ سے روایت ہے کہ ایک دن صحابہ کرامؓ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ کی تفسیر دریافت کر رہے تھے۔ آپؐ نے تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ میں تم کو ایک خاص بات بتانا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے مقرر کیے ہیں۔ جب کوئی بندہ میرا ذکر سن کر مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو یہ فرشتے اس کی مغفرت کے لیے دعا کرتے ہیں۔ ان کی دعا پر دوسرے فرشتے آمین کہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ (دُرِ منثور)

درود شریف خضری

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: اے اللہ! سلامتی اور رحمت بھیج اپنے پیارے حبیبؐ پر جو ہمارے سردار محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور آپؐ کی آل پر سلامتی اور رحمت بھیج۔

درود شریف قادریہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

ترجمہ: اے اللہ! رحمت اور سلامتی بھیج ہمارے سردار محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو نبی امی ہیں اور برکت و سلامتی آپؐ کی آل (اولاد) پر بھیج۔

درود شریف سہروردیہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمَعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمْ۔

ترجمہ: اے اللہ رحمت اور سلامتی بھیج ہمارے سردار محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو کہ جود و سخاوت کے مرکز ہیں اور رحمت و سلامتی ہو آپؐ کی آل پر۔

درود شریف نقشبندیہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ھُوَ طَبِیْبُ لِقُلُوْبِنَا وَشَفِیْعٌ لِّذُنُوْبِنَا۔

ترجمہ: اے اللہ! رحمت بھیج ہمارے سردار محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل پر اور ہمارے دلوں کی بیماریوں کے طبیب ہیں اور ہمارے گناہوں کی شفاعت کرنے والے ہیں

درود شریف چشتیہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلِّمْ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَہٗ۔

ترجمہ: اے اللہ! رحمت بھیج ہمارے سردار محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپؐ کی آل پر اور سلام بھیجا جیسا کہ آپ چاہتے ہیں اور پسند فرماتے ہیں آپؐ کے لیے

المرسل: "خاموش مبلغ" ملتان

بنات الاسلام خواتین کا صفحہ

حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ

(علم و فضل)

تحریر: بیگم فخر النساء انور، لاہور

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہؓ! تمہارے رنجیدہ اور خوش ہونے کی حالت کو میں بخوبی سمجھ سکتا ہوں۔ جب تم ناخوش ہوتی ہو تو ہمارا نام نہیں لیتی بلکہ کہتی ہو کہ ابراہیم کے رب کی قسم۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ درست ہے لیکن رنج میں صرف آپؐ کا نام نہیں لیتی دل میں تو اس وقت بھی آپؐ کی محبت ہوتی ہے۔

جس سفر میں وضو کی جگہ تیمم کا حکم ہوا اس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں بلکہ یوں سمجھنا چاہیے۔ کہ انہیں کی برکت سے خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کی آسانی کے لیے یہ احسان عظیم فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی جگہ ٹھہرے تھے جہاں پانی کا نام بھی نہ تھا۔ اور عائشہ صدیقہؓ کا موتیوں کا ہار گلے میں سے گر کر ٹوٹ گیا تھا۔ آپ نے دو آدمی تلاش کرنے کو بھی بھیجے مگر ہار نہ ملا۔ اسی کشمکش میں صبح کی نماز کا وقت ہو گیا۔ پانی کے لیے سب پریشان تھے حضرت ابوبکرؓ نے عائشہؓ کو خوب جھڑکا کہ تمہاری نادانی کی وجہ سے سارے لشکر کو تکلیف ہوئی اور ایسی جگہ رُکنا پڑا جہاں پانی کا نشان تک نہ تھا۔ اس وقت حضورؐ کا سر مبارک حضرت عائشہؓ کی گود میں تھا اور آپ سو رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے والد کے ادب اور حضورؐ کی بے آرامی کی وجہ سے دم تک نہ مارا۔ تھوڑی دیر کے بعد خداوند کریم نے وہ آیتیں نازل فرمائیں جن میں یہ حکم ہے کہ جب تم کو پانی نہ ملے تو مٹی سے تیمم کر لیا کرو۔"

زندگی بھر میں سب سے بڑی مصیبت جو حضرت عائشہؓ نے دیکھی وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تھی۔ حضرت عائشہؓ کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اور اس چھوٹی سی عمر میں خاوند کا سایہ سر سے اُٹھ جانا کتنی بڑی مصیبت اور پریشانی کی بات تھی اور پھر خاوند بھی کوئی معمولی نہیں بلکہ نبیوں کا پیشوا اور دین و دنیا کا سردار

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مرض شروع ہوا۔ جس میں آپ دنیا سے رخصت ہونے والے تھے تو ابتداء میں باری باری ہر ایک بیوی کے مکان پر رہے پھر سب کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو میں باقی دن عائشہؓ کے حجرے میں گزار دوں —— چونکہ سب وہی چاہتی تھیں جس میں آپ کو آرام پہنچے۔ چنانچہ نہایت خوشی سے سب نے اجازت دے دی اور آپؐ حضرت عائشہؓ کے پاس رہے وہ بھی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آپ کی خدمت میں مشغول ہو گئیں' دن رات آپؐ کے پاس حاضر رہتیں۔ شدت مرض اور کمزوری کی وجہ سے حضور اپنی مسواک حضرت عائشہؓ کو دیتے وہ دانتوں میں چبا کر نرم کرتیں تو حضورؐ استعمال کرتے ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری دوشنبہ کے دن سرور کونینؐ کی روح عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی۔ اس وقت آپؐ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سہارا لگائے لیٹے تھے۔

حضرت عائشہؓ جس کے نازک اور پاک دل نے آج تک کوئی بڑا صدمہ نہ دیکھا تھا آپؐ کی وفات سے حیران و پریشان ہو گئیں۔ سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ لیکن اس قدرتی دانائی اور عقل و ہمت سے کام لیا۔ کہ تمام عالم اسلام کے لیے رشد و ہدایت اور علم و فضل کا بیش بہا ذریعہ بن گئیں۔ بڑے بڑے صحابہ کرام مشکل سے مشکل مسائل پوچھتے اور ہمیشہ تسلی بخش جواب پاتے تھے۔

علم و فضل وہ علم جس کی بزرگی دنیا میں سب سے زیادہ ہے عائشہؓ اس سے مالا مال

تھیں۔ دنیا بھر میں آپ سے زیادہ عالم عورت نہ ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ اگر تمام دنیا کی عورتوں کے علم کو ملایا جائے تو رسولؐ خدا کی بیبیوں کا علم اس سے زیادہ ہوگا اور اگر تمام بیبیوں کے علم کو ایک جگہ کریں تو عائشہؓ کا علم اس سے زیادہ ہوگا۔

بعض مشکل مسائل میں بڑے بڑے اہل علم و فضل صحابہؓ سے ان کی رائے علیحدہ ہوتی تھی۔ وہ اپنی بات کو زبردستی منوانا نہ چاہتی تھیں بلکہ بڑی خوبی کے ساتھ قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرتی تھیں۔

چنانچہ اس مسئلہ میں حضرت عمرؓ سے ہمیشہ اختلاف رہتا تھا کہ حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ رشتہ داروں کے رونے چلانے سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ لیکن حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ اگر رشتہ دار ماتم کریں روئیں چلائیں تو اس میں مردہ کی کیا خطا ہے عذاب جب ہوتا ہے کہ اپنی زندگی میں وہ شخص رونے چلانے کو پسند کرتا ہو یا رشتہ داروں سے کہتا ہو کہ مجھ کو اس طرح رونا۔

حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ سو حدیثیں بیان کی ہیں۔ بہت سے نامی گرامی صحابہؓ آپ سے سن کر حدیثیں بیان کرتے تھے۔ علم، ذہانت، حاضر جوابی، فصاحت اور تقریر کی عمدگی کے جوہر بھی موجود تھے۔ علم و فضل کی دولت کے ساتھ عمل کا ذخیرہ بھی کچھ کم نہ تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تو ان کا زمانہ بھی نو عمری کا تھا۔ اور تمام دنیا کی عبادتوں سے بڑھ کر بڑی عبادت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کو سمجھتی تھیں۔ اس لیے ضروری عبادت کے بعد آپؐ کی خدمت میں حاضر رہتیں۔ لیکن آپؐ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ عبادت میں ایسی لگیں کہ تمام عمر عبادت میں گزار دی۔ ذرا سی خطا ہوتی تو برسوں شرمندہ رہتیں۔ بھتیجے کی موت کے صدمہ میں اس کی قبر پر فاتحہ پڑھنے چلی گئیں پھر ساری عمر ہاتھ ملتی رہیں کہ افسوس مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو قبروں پر جانے سے منع فرمایا ہے میں نہ جاتی تو اچھا ہوتا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت اور ہم نشینی کی برکت نے ساری خوبیاں عائشہؓ میں جمع کر دی تھیں۔ دنیا کی طرف سے اس قدر بے رغبتی اور لاپرواہی تھی کہ کوئی سامان ذخیرہ کرنا جانتی ہی نہ تھیں۔ عروہ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے آپ کو ایک لاکھ درہم بھیجے آپ نے اسی وقت تمام رقم فقیروں اور مسکینوں میں تقسیم کر دی۔ اس دن روزے سے تھیں، کپڑے پھٹے ہوئے اور پیوند لگے تھے۔ اپنے لیے کچھ نہ رکھا۔ شام ہوئی تو خادمہ نے کہا اس رقم سے رات کے لیے کچھ گوشت ہی لے لیا ہوتا۔ فرمایا مجھے کچھ خیال ہی نہ رہا تم یاد دلاتیں تو کچھ رکھ لیتی۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے سامنے کسی نے بیان کیا کہ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ تین چیزیں نحس ہیں۔ عورت گھر اور گھوڑا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ابوہریرہؓ نے آدھی بات سنی ہے۔ جب ابوہریرہؓ آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلا فقرہ فرما چکے تھے کہ "یہودی کہتے ہیں نحوست تین چیزوں میں ہے عورت، گھر اور گھوڑا میں"۔

حضرت ابوسعید خدریؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو نئے کپڑے منگا کر پہنے اور فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمان جس لباس میں مرے گا اسی میں اٹھایا جائے گا۔ جناب عائشہ صدیقہؓ نے سنا تو فرمایا خداوند کریم ابوسعید پر رحم کرے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی لباس سے مراد اعمال تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں تمام ازواج مطہراتؓ کے لیے دس دس ہزار درہم سالانہ مقرر تھے۔ البتہ حضرت عائشہؓ کو بارہ ہزار درہم سالانہ دیے جاتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ عائشہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھیں۔

جب عراق فتح ہوا تو مالِ غنیمت میں ایک موتیوں کی ڈبیہ بھی فاروق اعظم رضؓ کی خدمت میں بھیجی گئی۔ آپ نے لوگوں سے اجازت لے کر اسے حضرت عائشہ رضؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔ انہوں نے فرمایا "اے خدا! عمر رضؓ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد مجھ پر بڑے انتہا احسانات کیے ہیں آئندہ مجھے ان عنایات کے لیے زندہ نہ رکھنا۔"

حضرت عمر رضؓ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو جنابِ صدیقہ رضؓ کی خدمت میں بھیجا کہ مجھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں دفن ہونے کی اجازت دیں۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا۔ یہ جگہ میں نے اپنی تدفین کے لیے رکھی ہوئی تھی لیکن عمر رضؓ کی خاطر آج میں اس سے دستبردار ہوتی ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کا یہ عدیم المثال ایثار ہی تھا کہ آج عمر فاروق رضؓ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی وفات

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے ۱۷ رمضان ۵۸ ہجری میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ انتقال کے قریب کہتی تھیں کہ کیا ہی اچھا ہوتا میں ایک ڈھیلا ہوتی، ہائے کیا اچھا ہوتا میں ایک پودا ہوتی اور لوگ کاٹ پھینکتے۔ کبھی کہتی تھیں دنیا میں کوئی مجھے نہ دیکھتا نہ جانتا تو بہت ہی اچھا ہوتا۔

ان کی وفات سے سب ہی مسلمانوں کو غم اور صدمہ ہوا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضؓ کو بہت ہی رنج ہوا کیونکہ وہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی سمجھتے تھے۔

غسل و کفن کے بعد جنازہ باہر لاکر رکھا گیا حضرت ابوہریرہ رضؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ وصیت کے مطابق بقیع میں دفن کیا گیا بھانجوں اور بھتیجوں نے مل کر قبر میں اتارا ان کے جنازے میں لوگوں کا اتنا ہجوم تھا کہ ایسا اژدھام پہلے کبھی نہ دیکھا گیا تھا۔

بقیہ: مجلسِ ذکر

لیکن راعی و رعایا میں کوئی ایک فرد تلاش کیجئے جسے دولت اطمینان حاصل ہو؟

چراغ رُخِ زیبا لے کر ربع مسکوں کا چکر لگا کر بھی یہ دولت سرمدی اور حیاتِ طیبہ آپ کو حاصل نہ ہو سکے گی۔ کیوں؟

اس کا سیدھا سادا جواب موجود ہے کہ یادِ خدا سے غفلت، اللہ سے لاتعلقی، ماسوی اللہ سے تعلق خاطر حالانکہ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهٖ کا اصول پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ دل میں صرف خالق دل کی یاد ہونی چاہیے اور یہی آج کے دور کی سب سے بڑی کمزوری کہ دل میں سب کچھ ہے پر یادِ الٰہی نہیں۔ خدا سے بے تعلقی، دین سے بے رغبتی ہمارے خسران و پریشانی کا سبب بن رہی ہے اور ہم سمجھتے نہیں۔

اہل اللہ نے ان روحانی محافل کا جو اہتمام کیا تو اسی وجہ سے کہ یادِ الٰہی کا ڈھنگ آجائے اور جب یہ ڈھنگ آجائے گا تو پریشانیاں کافور ہو جائیں گی۔

اللہ تعالےٰ ہمیں اپنی یاد نصیب فرمائے۔

اطفال اسلام

بچوں کا صفحہ

وقت کی قدر

بچوں کے نام

چوہدری افضل حق رح کے خطوط

از راولپنڈی جیل

عزیز از جان! اسلام علیکم۔

خدا کا فضل ہے میں تندرست ہوں۔ تم سب سے زیادہ کھیلتا، کودتا اور لکھتا پڑھتا ہوں۔ مگر ایک بات یاد رکھو یہ جیل ہے۔ یہاں ہر روز کا غذی گھوڑے دوڑانا مشکل ہے۔ خط نہ بھی آئے تو سمجھ لو۔ سب اچھا ہے۔ جیل میں جب تک کوئی فرار نہ ہو یا کوئی لڑائی بلوہ نہ ہو تب تک پہرہ دار سب اچھا پکارتے رہتے ہیں ہاں کوئی حادثہ ہو۔ تو خطرے کی گھنٹی بجتی ہے۔ اسی طرح جب میں خود خط لکھ کر بیماری کی اطلاع نہ دوں "سب اچھا" ہی سمجھا کرو۔

ان دنوں میرا رات دن کا پروگرام سُن لو۔ رات کو دس بجے سو جاتا ہوں۔ صبح پانچ بجے اُٹھتا ہوں۔ نئی کتاب کا مضمون لکھتا ہوں۔ ساڑھے چھ بجے کے قریب نماز پڑھتا ہوں، پھر ضروریات سے فارغ ہو کر ہلکی ہلکی ورزش کرتا ہوں۔ اتنے میں آٹھ بج جاتے ہیں۔ چائے تیار ہوتی ہے۔ پیٹ پوجا کر کے پھر لکھنے پڑھنے بیٹھ جاتا ہوں۔ ساڑھے گیارہ بجے تک خوب پڑھتا لکھتا ہوں۔ بارہ بجے کے قریب کھانا کھاتا ہوں پھر ذرا لیٹ جاتا ہوں۔ پھر ظہر کی نماز پڑھ کر دو بجے سے چار بجے تک انگریزی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں چار بجے عصر کی نماز پڑھ کر چائے پیتا ہوں پھر ہلکی سی ورزش کرتا ہوں۔ کچھ وقت دوسرے قیدی دوستوں کے ساتھ خوش گپیوں میں گزر جاتا ہے۔ نماز مغرب کا وقت ہوتا ہے۔ نماز پڑھی۔ ریڈیو میرے کمرے ہی میں لگا ہے۔ پھر دہلی اور دکن ریس و دیس کے راگ سُنتے ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی کوئی علمی تقریر بھی سنی جاتی ہے۔ بس پھر کھانا کھایا نماز پڑھی اور سو گئے، جیل اور گھر میں یہ فرق ہے کہ تم اور تمہارے بھائی بہن یہاں نہیں ورنہ جیل کھیل ہو جائے۔

لو بھئی یہ تو رہا ہمارا پروگرام، اب تم اپنا بتاؤ۔ کھاتے ہو گے سو جاتے ہو گے۔ دن ہوا تو بستہ بغل میں دبا سکول چلے جاتے ہو گے جب میں بوڑھا جیل میں اتنا کام کرتا ہوں تو تم جوان کیوں نہ کرو، دیکھو بچو! جو وقت کی قدر نہیں کرتے وہ عمر بھر تکلیف اٹھاتے ہیں اور ہر کام میں پھسڈی رہتے ہیں، سب بھائی بہن اپنا اپنا پروگرام لکھو کہ دن رات میں کیا کیا کام کرتے ہو۔ بعض بچے پڑھتے ہیں تو کھیلتے نہیں، کھیلنا شروع کرتے ہیں تو کئی کئی دن کتاب اٹھا کر دیکھنا حرام ہے۔ یہ طریقہ غلط ہے۔ کھیل اور مطالعہ کے اوقات خود مقرر کرو اور ہمت سے اس پر کاربند رہو۔ یاد رکھو، محنت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ محنت کے معنے مطالعہ ہی نہ سمجھو بلکہ اول توجہ اپنی صحت کی طرف مبذول کرنی چاہیئے۔ جان ہے تو جہان ہے۔ صحت زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ کمزور اور بیمار خدا کا سب سے بڑا نافرمان اور ناشکر گزار ہے۔ خدا تندرستی جیسی نعمت عطا کرے اور وہ اپنی غفلت سے ضائع کر دے۔ صحت اور تندرستی کو تمام اچھے کاموں کی بنیاد سمجھو۔ جو بچہ بیمار ہو جاتا ہے وہ ماں باپ بھائی بہن کو کتنا پریشان کرتا ہے۔ بچوں اور نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ بڑے بوڑھوں کی خدمت کریں۔ لیکن بیمار بچے ماں باپ کو بڑی مصیبت اور حیرانی میں ڈال دیتے ہیں ہم جیسے غریب گھروں میں تو لائق اور ہونہار بچوں کی یہ ہی نشانی سمجھنا چاہیئے کہ وہ ہر وقت اپنی صحت کا خیال رکھیں اور کبھی بیمار نہ ہونے پائیں۔ ورنہ تنگ دستی کے ساتھ علاج معالجہ ناقابل برداشت بوجھ ہوتا ہے۔ جس سے گھر کی عزت اور رہے سہے وقار میں بھی فرق آتا ہے۔ بیماری اور تنگ دستی اکٹھی ہو جائیں تو کسی نہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا ہی پڑے گا۔ میں کسی عزیز بچے کے علم اور لیاقت کو نہیں دیکھتا بلکہ اول اس کی صحت کو دیکھتا ہوں۔ اگر صحت اچھی دیکھتا ہوں تو سمجھ لیتا ہوں کہ بچہ ہونہار ہے۔ ملک اور قوم کے لئے مفید ہو سکتا ہے اور چاہے گا تو ماں باپ کی خدمت کے ساتھ علم اور قابلیت بھی پیدا کر سکے گا۔ اگر کسی کو بیمار اور کمزور دیکھتا ہوں تو سمجھ لیتا ہوں بیکار ہے زمین کا بوجھ اور والدین کے لئے پریشانی کا باعث ہے۔ ہمیشہ ہدایت کرتا ہوں کہ صحت درست کرو۔ باقی دنیا کے کام پر طبیعت تمہیں خود ہی آمادہ کر دے گی دل اور دماغ کی قابلیتیں ایک ناتواں جان میں پیدا نہیں ہو سکتیں۔ جب بری صحت کے باعث جسم کمزور ہے۔ دل اور دماغ جو جسم کا ایک حصہ ہیں۔ قدرتی طور پر کمزور ہوں گے۔ اسی لئے اس اصول کو ہمیشہ ذہن نشین رکھو کہ صحت ضائع کر کے علم اور لیاقت حاصل نہیں کئے جا سکتے جو بے وقوفی ہے صحت کو مطالعہ کی نذر کر دیتے ہیں۔ وہ بعد میں ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں۔

کون طالب علم ایسا کرتے ہیں وہی جو سال کا بڑا حصہ آوارگی یا سستی میں گنوا دیتے ہیں۔ اور ماں باپ یا استاد کے ڈر سے امتحان میں کامیاب ہونے کے لئے سال کے آخری حصہ میں برداشت سے زیادہ محنت شروع کرتے ہیں۔ اسی لئے شروع سے اپنے اوقاف کو نگاہ میں رکھو۔ پڑھنے کے وقت پڑھو کھیلنے کے وقت کھیلو۔ تاکہ سال کے آخر میں تمہیں زیادہ مغز ماری نہ کرنا پڑے لیکن کھیل کود اور آوارگی میں فرق سمجھو۔ آوارہ لڑکوں کے ساتھ بلا مطلب بازاروں میں گھومنا ورزش ہے۔ نہ کھیل کود، اور ورزش تو جسم کے اعضاء کی باقاعدہ اور منظم حرکت ہے جو روزانہ کی جائے۔

یہ بھی محنت اور مشقت ہے۔ صحت بغیر تکلیف اور صبر کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ جسم کو مضبوط اور خوبصورت بنانے کے لئے سب سے زیادہ احتیاط اور ہمت کی ضرورت ہے۔ جسم آہستہ آہستہ بنتا ہے۔ ذرا سے خلل سے انسان کا پنجر نکل آتا ہے۔ جو قیمتی چیز مشکل سے حاصل ہو اور جس کے جلد ضائع ہونے کا احتمال ہو اس کی ہر وقت احتیاط رکھنے کی ضرورت ہے۔

صحت بڑی محنت سے بہتر ہوتی ہے۔ دنیا کی ساری کامیابیوں کا گُر یہ ہے کہ انسان دل میں یہ بات پختہ کرے کہ میں ہی اچھی بات میں اپنے سب ہم عمر یا ہم جماعت لڑکوں سے اول رہوں گا۔ یہی نہیں کہ ارادہ کرے بلکہ محنت اور تکلیف کر کے ہر روز اول رہنے کے خیال کو عملی جامہ پہنائیے۔

بچو! تمہارے سپرد تین کام ہیں۔ ایک صحت دوسرے تعلیم تیسرے نیکی، یعنی خلق خدا کی خدمت کے لئے تیاری۔

میں ان تینوں باتوں پر علیحدہ علیحدہ لکھوں گا بشرطیکہ صحت نے یوں ہی اجازت دی۔ سب بچوں کو یہ مضمون مشترکہ ہے۔ سب مجھے علیحدہ علیحدہ جواب لکھ کر ایک لفافہ میں ڈال کر بھیج دیں۔

بی بی بلقیس کا اب کیا حال ہے معروف! بتاؤ تم اتنی ہی موٹی تازی ہو نا جتنی ننھیال میں تھیں۔ ضیا الحق صاحب کے خط کے جواب میں اسے بھی اسلام علیکم۔ خوب پڑھو لکھو اور لائق ہو۔ مضبوط جوان بنو۔ اچھے اچھے کام کرو۔ دونوں چھوٹے بچوں کو پیار۔

کیا والدہ صاحبہ کا خط آیا۔ ان کا کیا حال ہے؟ اپنے حلق کا حال لکھو۔ ڈاکٹر نظام الدین صاحب کی خدمت میں میری طرف سے سلام کہو پھر حلق دکھاؤ اور انہیں کہو کہ وہ مجھے خط لکھیں کہ تمہارے حلق کو کب تک آرام آئے گا۔ "جواہرات" کیا ساری بک چکی ہے یہ بھی پوچھو کہ آزادی ہند دوبارہ کتابت ہوئی یا نہیں۔

یہ خط اور دوسرے خط جو لکھوں وہ محفوظ رکھیں ضائع نہ ہوں۔ اور جن جن کے نام خطوط ہیں وہ پہنچا دیں یا ڈاک میں ڈلوا دیں۔

عادل اور ظالم حکمران

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ زمینِ عراق پر ایک ظالم حاکم حجاج بن یوسف حکومت کرتا تھا۔ اس نے اپنے دورِ حکومت میں کسی بے گناہ آدمی کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ وزیر لاکھ چلائے، حضور یہ آدمی بالکل بے قصور ہے۔ اسے رہا کر دیجئے، مگر حجاج بن یوسف نے کسی کی ایک نہ سُنی، جب قتل ہونے کا وقت آیا تو بے گناہ آدمی خدا کا شکر ادا کرتا ہوا قتل کی طرف چل پڑا۔

وہ کہتا تھا کہ مجھ پر اللہ کا خاص کرم ہے کہ میں بے قصور ہوں۔ میں نے کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہیں کی کہتے ہیں چند دنوں بعد وہی آدمی کسی بزرگ کو خواب میں نظر آیا۔ بزرگ نے اس سے اس کا حال دریافت کیا؟ اس نے جواب دیا، حجاج بن یوسف کا ظلم و جبر تو مجھ پر ایک دو لمحہ میں گزر گیا اور میں مصیبت سے چھوٹ گیا مگر میرے قتل کا گناہ تمام عمر اس کی گردن پر باقی رہے گا۔

بچو! ظلم بہت بُری چیز ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ ظلم انفرادی ہو یا اجتماعی حکومت کی طرف سے ہو یا عوام کی طرف سے۔ اس سے ایک عجیب چیز جنم لیتی ہے۔ جس کا نام بغاوت ہے۔ اگر حکومت عوام پر ظلم کرے تو کوئی وقت آتا ہے۔ عوام بغاوت پر آمادہ ہو جاتے ہیں جس کے نتیجے میں خون خرابہ ہوتا ہے۔ کئی خاندان اجڑ جاتے ہیں کئی عورتیں بیوہ، بچے یتیم ہو جاتے ہیں۔ اگر حکومت عوام پر قابو پالے تو عوام کا ناقابلِ تلافی نقصان عوام کو اٹھانا پڑتا ہے۔ اگر عوام حکومت کا تختہ دیں۔ تو جابر حکومت کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔ غرضیکہ ہر دو طرفہ تباہی ہی تباہی ہوتی ہے۔ ان مصائب سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ حکمران نیک چلن اور حلیم الطبع ہو، جو اپنی رعایا کے دُکھ درد میں ہر طرح سے شریک ہو۔

حضرت عمرؓ کی ہی مثال لے لیجئے۔ آپ بہت جلالی خلیفہ گزرے ہیں۔ آپ گرم طبیعت کے مالک تھے۔ اس کے باوجود آپ کی رعایا آپ کے کارناموں اور خدمات کی وجہ سے آپ سے بہت خوش تھی۔ آپ کا کردار ناقابلِ فراموش ہے۔ آپ اپنے دورِ حکومت میں گھروں کے دروازوں پر دستک دیا کرتے تھے۔ تاکہ کوئی غریب بیچارگی کے عالم میں بھوکا نہ سو جائے۔ کوئی بیمار بے بسی کی صورت میں دم نہ توڑ دے۔ انسان سے ہمدردی کرنا ہی انسانیت ہے۔ خواہ امیر غریب کے ساتھ کرے یا غریب امیر کے ساتھ۔

رشید محمد طلحہ میرا

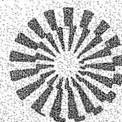
وزیراعظم عدالت کے کٹہرے میں

"الجمعیۃ" دہلی کی اشاعت مجریہ ۲۱ مارچ ۷۵ء کی چند سطور پیش خدمت ہیں جن میں اسلامی خلفاء کے عظیم کردار کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے لیکن ساتھ ہی دورِ حاضر کے بلند بانگ مدعیانِ اسلام و جمہوریت کو دعوتِ عمل بھی دی گئی ہے۔ (محمد سعید الرحمٰن علوی)

آزاد ہندوستان کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا یہ دوسرا تاریخ ساز واقعہ ہے۔ پہلا واقعہ صدر گری کا تھا وہ بھی اپنے خلاف انتخابی عذرداری کے سلسلے ہی میں عدالت میں پیش ہوئے تھے۔ جہاں اول الذکر سربراہ حکومت ہیں وہاں آخرالذکر سربراہ مملکت تھے۔ دونوں نے خود کھلی عدالت میں پیش ہوکر یہ ثابت کیا ہے کہ وہ ہندوستان میں عدالتوں کی بالادستی، آزادی، غیر جانبداری اور انصاف پر اعتماد بھی رکھتے ہیں اور اس کی سربلندی بھی چاہتے ہیں۔ بالواسطہ طور پر انہی دونوں واقعات سے قانون کا احترام بھی ثابت ہوتا ہے — اور جب یہ دونوں باتیں ہمارے یہاں موجود تو پھر بلاتامل یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اس ملک میں جمہوریت کا مستقبل نہ صرف محفوظ ہے بلکہ تابناک بھی ہے — اگر ان دونوں واقعات کا تجزیہ کیا جائے تو وزیراعظم ہند مسز اندرا گاندھی کے عدالت میں پیش ہونے کے واقعہ کی زیادہ اہمیت ہے۔ اس لیے کہ ہندوستان کے آئین اور اس پر اب تک کے عمل اور روایات کے مطابق ہندوستان کا اصل حکمران سربراہ حکومت یعنی وزیراعظم ہے صدر جمہوریہ نہیں، صدر صرف آئینی حکمران ہوتا ہے۔

وزیراعظم نے اس کردار کا مظاہرہ ایسے وقت کیا یا یہ مثال ایسے وقت قائم کی جب ان پر مطلق العنان ہونے اور ڈکٹیٹر بننے جیسے الزامات بار بار لگائے جاتے رہے ہیں۔ لیکن اس واقعہ نے اس کی ایسی تردید پیش کی ہے کہ اس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ ان پر دوسرا الزام عدالتوں میں مداخلت کا تھا جبکہ اس واقع نے عدالت کے احترام اور بالادستی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

یہ بات ہم نے تاریخ کی کتابوں اور قصہ کہانیوں میں بعض اسلامی خلفاء کے بارے میں پڑھی تھی کہ انہوں نے اپنے مقرر کیے ہوئے اور اپنی حکومت کے قاضیوں اور ان کے فیصلوں کا کس طرح احترام کیا۔ لیکن عصرِ حاضر کی تاریخ میں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ہندوستان کا صدر اور وزیراعظم عدالت کے کٹہرے میں پیش ہوئے اور انہوں نے ایک عام شہری کی طرح عدالتی قواعد و ضوابط کے تحت بیانات قلمبند کرائے۔



رجسٹرڈ ایل نمبر
۶۰۲۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون نمبر
۶۶۵۲۵

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۲۱/۱۰۲۳۲ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۶-۲۲۰۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۹/۲۰۶۶-D.D.4 مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ چٹھی نمبر G.M/۴۳-۱۵۲۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۷ء

فرضِ اوّلین

مسلمانو! رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے امتیو! کیا تم نے کبھی ٹھنڈے دل سے غور کیا ہے کہ تمہارے انحطاط کا اصلی باعث کیا ہے؟ تمہاری ذلت و رسوائی کی حقیقی وجہ کیا ہے؟ دین و دنیا کی کشمکش میں تمہاری موجودہ ناکامی کا سبب کیا ہے؟ اور ہم تمہیں واضح الفاظ میں بتا دیں کہ تمہاری نکبت و ادبار کا حقیقی سبب خدا کے احکام سے بے اعتنائی ہے۔ کلامِ الٰہی سے منہ پھیرنا ہے، علم و عمل میں قرآن حکیم کو کلیۃً نظرانداز کر دینا ہے کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ قرآن کے سمجھنے والے تو کیا قرآن کے پڑھنے سننے والوں کی تعداد روز بروز کم سے کمتر ہوتی جا رہی ہے۔ دنیا کی ہر دوسری چیز کی طرف توجہ دی جاتی ہے غیر ضروری امور میں وقت لگایا جاتا ہے۔ کم ضروری باتوں میں بے دریغ روپیہ صرف کیا جاتا ہے لیکن قرآن حکیم جس کے اندر تمہاری دینوی و دنیاوی فلاح و بہبود کا مکمل پروگرام ہے۔ اس کے مطالعہ کی طرف مطلقاً نہ تو توجہ دی جاتی ہے نہ اس کے سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے نہ اسے وقت دیا جاتا ہے نہ اس پر روپیہ صرف کیا جاتا ہے۔ میں خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر تم سے التماس کرتا ہوں کہ:۔

ا۔ اپنے اپنے گھروں میں قرآن حکیم کے بامعنی مطالعہ کا شوق پیدا کرو۔
ب۔ اپنے اپنے محلوں میں قرآن حکیم کے (ناظرہ اور باترجمہ و تفسیر) درس جاری کراؤ۔
ج۔ کالجوں کے ہوسٹلوں اور اسلامیہ سکولوں میں قرآن مجید کے متن اور ترجمہ کی تعلیم کا انتظام کراؤ۔
د۔ اشاعتِ قرآن کی مجالس قائم کرو۔

اور

دیگر طریقوں سے مطالعۂ قرآن حکیم کا شوق پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ خدا کے کلام سے تمسک ہی تمہیں دنیا میں کامیابی اور آخرت میں نجات دلا سکتا ہے۔

(شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحؒ)

عبید اللہ انور پرنٹر نے باہتمام کیمبرج پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔